17

آج کم سے کم مظاہرہ ایمان یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد وصیت کردے

چندے کی حد 25 فیصدی کی بجائے ساڑھے سولہ فیصدی اور 50 فیصدی کی بجائے 33 فیصدی ہوگی

(فرمودہ 28 مئی 1948ء رتن باغ لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"ہماری جماعت باقی مسلمانوں کے ساتھ چونکہ ایک بڑے ابتلاء میں سے گزری ہے اِس لیے میرا یہ خیال تھا کہ بوجہ ایمان کی زیادتی کے، بوجہ نشانات اور معجزات دیکھنے کے، بوجہ آسمانی تائیدات دیکھنے کے اور بوجہ مرنے کے بعد کی زندگی پر کامل ایمان اور پورا یقین ہونے کے ہماری جماعت قربانی اور ایثار کے اُس درجہ پر پہنچ چکی ہوگی کہ وہ یکدم کُود کر ایک بڑی منزل کو تھوڑے سے وقت میں طے کرے۔ لیکن تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے متعلق تھی کہ وہ بہت آہستہ آہستہ ترقی کرے گی وہ پیشگوئی ابھی تک جاری ہے اور ابھی جماعت میں وہ طاقت اور قوت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ بڑی قربانیوں کے لیے یکدم

تیار ہو سکے۔ شاید میرا وہ الہام جو 1943ء میں ہوا تھا اور اُسی وقت شائع بھی ہو گیا تھا کہ "روز جزا قریب ہے اور راہ بعید ہے"۔ 1 اُس کا ایک مفہوم یہ بھی تھا کہ الٰہی نشانات کے ظاہر ہونے کا وقت تو قریب آ چکا ہے مگر جماعت کے لیے اِن حالات سے فائدہ اٹھانے کی راہ ابھی بعید ہے اور ہم آہستہ آہستہ اس درجہ کے مقام تک پہنچیں گے کہ ان عظیم الشان نشانات کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہماری نسبت اچھی طرح پڑھ سکتا ہے۔ ہم اپنے متعلق غلطی کر سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ غلطی نہیں کر سکتا۔ جو وہ کہتا ہے وہی صحیح ہے اور جو اُس کا علم ہے ہمیں بہرحال اُس کے تابع چلنا چاہیے اور تابع چلنا پڑے گا۔

غرض اِس بات پر غور کر کے اور اِس بات کو سمجھ کر اور اِس کے فوائد کی اہمیت کو محسوس کر کے کہ چند افرادِ قوم کا کوئی بڑی قربانی کر دینا اتنا شاندار نہیں ہوتا جتنا اکثر افرادِ قوم کا یا سب قوم کا اس سے کم قربانی کرنا۔ اگر قوم میں سے دو یا چار آدمی سو میں سے اسّی یا نوّے نمبر حاصل کر لیتے ہیں تو یہ جماعت کے لیے اتنا شاندار اور بابرکت نہیں ہو سکتا جتنا سَو میں سے اسّی کا چالیس یا پینتالیس نمبر لے لینا۔ مَیں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس قربانی کا مَیں نے جماعت سے مطالبہ کیا تھا اُس کی شکل بدل دوں۔ میرے نزدیک جو بات میں نے کہی تھی وہ چوٹی کی قربانی کے مطابق نہیں تھی۔ چوٹی کی قربانی یقیناً اُس سے زیادہ شاندار ہوتی ہے اور ہونی چاہیے کیونکہ جہاں تک ایمانِ کامل کا سوال ہے اِس میں کسی نسبت اور غیر نسبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مومن کی طرف سے شرطیں نہیں ہوا کرتیں، مومن کی طرف سے حد بندیاں نہیں ہوا کرتیں۔ یہ سب چیزیں ایمان کی کمزوری تک ہی چلتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو سن کر جب مدینہ کے لوگوں نے آپ کے پاس ایک وفد بھیجا تا کہ وہ آپ کی باتیں سن کر کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ آیا آپؐ صادق ہیں یا نہیں۔ اور یہ وفد مکہ میں آیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باتیں کیں اور وہ اِس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ راستباز اور صادق القول ہیں۔ اس کے بعد وہ وفد واپس مدینہ چلا گیا اور اپنے ہم قوموں کے سامنے اُس نے اپنی تحقیقات کی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد مدینہ کے لوگوں نے پھر ایک وفد آپ کے پاس بھیجا تا وہ باقاعدہ بیعت بھی کریں اور ساتھ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دعوت دیں کہ آپ بجائے مکہ میں ٹھہرنے کے مدینہ تشریف لے آئیں کیونکہ اُس وفد کے جانے کے بعد ایسے امکانات پیدا ہو گئے

تھے کہ مدینہ والوں کا اکثر حصہ یا تمام لوگ بہت جلد مسلمان ہو جائیں۔ جب یہ وفد آیا تو اُس نے بیعت بھی کی اور اِس بات کا اظہار بھی کیا کہ ہمارا شہر آپ کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے اور ہمارے رؤسائے شہر نے ہم کو یہ اختیار دیا ہے کہ ہم آپ سے معاہدہ کریں کہ آپ مدینہ تشریف لے چلیں ہم آپ کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ لیکن ہماری شرط یہ ہوگی کہ جب تک مدینہ پر دشمن حملہ آور ہو ہم اِس معاہدہ کے پابند ہوں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے لیکن مدینہ سے باہر نکل کر اگر لڑائی کرنی پڑے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہم میں اتنی طاقت ہو کہ ہم باہر نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لیے اگر باہر لڑائی ہوئی تو ہم اِس بات کے پابند نہیں ہوں گے کہ اس لڑائی میں ضرور شامل ہوں۔ متفرق امور پر گفتگو کرنے کے بعد حضرت عباسؓ نے اُس وفد سے معاہدہ کیا جس میں اُنہوں نے یہ بات دُہرائی کہ ہم آپ سے یہ عہد کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے ملک میں آئیں گے تو جب تک آپ مدینہ میں ہوں گے ہم آپؐ کی حفاظت کے لیے اپنی جان، مال، عزت اور آبرو غرض سب کچھ قربان کر دیں گے لیکن جب آپ مدینہ سے باہر نکل کر لڑے تو ہم اِس عہد کے پابند نہیں ہوں گے۔ 2 ان سب نے اقرار کیا کہ یہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک تو مدینہ میں جانے کا موقع پیدا نہ ہوا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا اور آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی دشمن نے متواتر ریشہ دوانیاں کیں اور ایک وقت ایسا آ گیا کہ مدینہ اور مکہ والوں کے درمیان لڑائی کے سامان پیدا ہو گئے جو بدر کی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کی طرف سے آ رہا ہے اور وہ رستہ میں تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتا چلا آتا ہے۔ قافلہ کا رستہ بھی مدینہ کے پاس سے گزرتا تھا۔ ایسا قریب تو نہیں تھا مگر مکہ کی نسبت مدینہ سے زیادہ قریب تھا۔ سارے قبائل جو مدینہ کے اردگرد رہتے تھے وہ شام سے آنے والے قافلہ سے ملتے اور تجارتی چیزوں کا آپس میں تبادلہ کرتے تھے۔ اس لیے شام سے جو قافلہ آتا تھا اُس کے تعلقات مدینہ کے تمام قبائل سے ہو جاتے تھے۔ اور چونکہ اِس قافلہ میں ایسے لوگ موجود تھے جو مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو اُکساتے اور اشتعال دلاتے تھے اِس لیے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوا کہ ابوسفیان قافلہ کو لے کر مدینہ کے پاس سے گزر رہا ہے اور یہ بھی علم ہوا کہ مکہ والے بھی اِس خیال سے کہ قافلہ پر مدینہ والے حملہ نہ کر دیں کچھ لشکر لے کر نکلے ہیں تو آپ نے

اپنے دوستوں سے مشورہ لیا کہ اگر ہم مدینہ میں بیٹھے رہے تو دشمن دلیر ہو جائے گا۔ ہمیں آگے چلنا چاہیے تا دشمن یہ نہ سمجھے کہ ہم اُس سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ آپ صحابہؓ کی ایک جماعت کو لے کر مدینہ سے باہر تشریف لے گئے اور بدر کے مقام پر پہنچے۔ الٰہی کلام سے آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ مکہ سے ایک لشکر آ رہا ہے جس کے ساتھ اسلام کا مقابلہ ہوگا لیکن آپ کو یہ اجازت نہ تھی کہ اس خبر کو ظاہر کریں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ سے بہت کم لوگ آپ کے ساتھ گئے کیونکہ وہ اسے لڑائی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُسے صرف جرأت کے اظہار کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ بدر کے مقام کے قریب جا کر آپ نے مناسب سمجھا کہ اب یہ بات ظاہر کر دی جائے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو! مجھے خدا نے کہا ہے کہ دشمن کا لشکر قریب آ گیا ہے اور بجائے اِس کے کہ قافلہ سے لڑائی ہو شاید اِسی سے لڑائی ہو جائے۔ تمہاری اِس بارہ میں کیا رائے ہے؟ مہاجرین صحابہ یکے بعد دیگرے کھڑے ہونے شروع ہوئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن انصار نہ بولے۔ وہ اس لیے نہ بولے کہ جو فوج آ رہی تھی اُس میں مہاجرین کے بھائی، بہنوئی، سالے، چچے اور تائے وغیرہ کے بیٹے اور اِسی طرح اَور قریبی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے کہا ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں تو مہاجرین سمجھیں گے کہ ہمیں اُن کے رشتہ داروں سے لڑنے کا بڑا شوق ہے۔ اُن کی دلجوئی اور اپنے مہمانوں کی عزت کی وجہ سے سب انصار خاموش رہے۔ مہاجر یکے بعد دیگرے اُٹھے اور اُٹھ اُٹھ کر قربانی کی رغبت، ایثار اور فدائیت کے جوش کا اظہار کرتے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر صحابی کی تقریر کے بعد فرماتے اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ جب متواتر آپ نے یہ بات دہرائی تو ایک انصاری اٹھے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ کو مشورہ تو دیا جا رہا ہے لیکن باوجود مشورہ پیش کیے جانے کے آپ یہی فرماتے ہیں کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ شاید آپ کی مُراد لوگوں سے ہم انصار ہیں کہ ہم مشورہ دیں۔ ورنہ مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے میری یہی مراد تھی۔[3] پھر اس صحابیؓ نے کہا یارسول اللہ! ہم نے آپ سے مکہ میں ایک بیعت کی تھی اور اقرار کیا تھا کہ اگر دشمن مدینہ میں حملہ آور ہوا تو ہم ہر طرح سے اُس کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن مدینہ کے باہر اگر لڑائی ہوئی تو ہم اس معاہدہ کے پابند نہیں ہوں گے کیونکہ ہمارے اندر اِتنی طاقت نہیں کہ سارے عرب سے لڑ سکیں۔ شاید آپ جو بار بار ہم سے مشورہ چاہتے ہیں تو آپ کا اشارہ اُس معاہدہ کی طرف ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اُس انصاری نے یہ

بات سن کر بڑے جوش سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپؐ سے ہم نے مکہ میں وہ معاہدہ کیا تھا اُس وقت تک ایمان ہم پر پوری طرح روشن نہیں ہوا تھا۔ صرف ایک محدود روشنی ہمیں ملی تھی اور ہم شرطیں باندھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے لیکن یا رسول اللہ! اس کے بعد حقیقتِ اسلام ہم پر پوری طرح کھل گئی ہے اور آپ کی صداقت کو ہم نے پوری طرح پرکھ لیا ہے۔ اس صداقتِ اسلام کے روشن ہو جانے اور پرکھنے کے بعد کیا اب بھی کوئی شرط باقی رہ سکتی ہے؟ اب تو شرطوں کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ تم اپنے گھوڑوں اور سواریوں کو سمندر میں ڈال دو (اُس جگہ کے قریب چند منزل پر سمندر تھا اور عرب سمندر سے بڑا ڈرا کرتے تھے) تو ہم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں گے۔ اور یا رسول اللہ! اگر یہاں جنگ ہوئی تو دشمن گو بہت طاقتور ہے اور تعداد میں بہت زیادہ ہے مگر ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ خدا کی قسم! دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔4

تو دیکھو جب ایمان کے اعلیٰ مقام پر انسان پہنچ جاتا ہے تو سب شرطیں ختم ہو جاتی ہیں۔ جان، مال یا اَور کسی قسم کی شرط باقی نہیں رہ جاتی۔ اُس وقت کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ہم نے جان دینے کا وعدہ کیا تھا مال دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یا ملک میں رہنے کا وعدہ کیا تھا، ہجرت کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ دن کو کام کرنے کا وعدہ کیا تھا رات کو کام کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ کامل ایمان حاصل ہو جانے کے بعد اور اُخروی زندگی پر پورا یقین ہو جانے کے بعد کوئی شرط نہ صرف پیدا نہیں ہوئی بلکہ شرط کی طرف ایک اشارہ کرنا بھی مومن اپنی بدترین ہتک سمجھتا ہے۔ اگر اُس کے سر پر دو سو جُوتا بھی مار لیا جائے تو وہ اتنا بُرا نہیں سمجھے گا جتنا وہ اس بات کو برا سمجھے گا کہ کوئی اُس کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ اُس کا ایمان شرطی ہے۔ کیونکہ ایمان کے ساتھ شرط کے معنی پورے تقویٰ اور آنکھیں کھل جانے کے بعد بے ایمانی کے ہوتے ہیں اَور کچھ نہیں۔ بے شک کمزور ایمان کا آدمی شرطیں بھی لگاتا ہے اور وہ شرطیں اُسے بے ایمان نہیں بناتیں۔ جس طرح مدینہ کے لوگوں نے شرطیں کیں اور وہ ایمان پر قائم رہے۔ مگر اُن کے ایمان پر قائم رہنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ شرط ایمان میں جائز ہے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان پر ابھی ایمان کی حقیقت نہیں کھلی تھی۔ جیسے ایک چھوٹا بچہ اگر ماں باپ کی گود میں پیشاب کر دے تو وہ بے ادب نہیں

کہلاتا۔ اُس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ادب کی حقیقت اُس پر کھلی نہیں ہوتی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ مَیں جب چھوٹا بچہ تھا تو ماں باپ کی گود میں پیشاب کر لیا کرتا تھا اس لیے مَیں حق رکھتا ہوں کہ اُن کی گود میں اب بھی پیشاب کر دوں۔ یا بچپن میں ماں باپ بچوں کو سر پر بٹھا لیتے ہیں مگر تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مَیں چونکہ بچپن میں اپنے ماں باپ کے سر پر بیٹھا کرتا تھا اس لیے اب بھی مَیں اُن کے سروں پر بیٹھوں گا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم بچپن میں ایک فعل کو جائز سمجھتے ہیں لیکن بڑے ہو کر اس فعل کو ناجائز سمجھنے لگ جاتے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ بچپن میں اگر تم اپنے ماں باپ کی گود میں پیشاب کر دیتے تھے تو دیکھنے والے تم پر کسی قسم کا عیب نہیں لگاتے تھے لیکن اب اگر تم ایسا کرو تو ہر شخص تمہیں بے ادب اور بے حیاء کہے گا؟ اِسی وجہ سے کہ فعل تو ایک ہی ہے مگر پہلا فعل اُس وقت کیا گیا تھا جب بچہ میں ماں باپ کا ادب پہچاننے کی طاقت نہیں تھی لیکن اب تمہارا دماغ اس قابل ہو گیا ہے کہ تم ماں باپ کے ادب کو پہچان سکو۔ اور چونکہ تمہارے دماغ میں اس قدر روشنی پیدا ہو چکی ہے اور حقیقت تم پر واضح ہو چکی ہے اس لیے اب وہی فعل جو پہلے جائز تھا ناجائز ہو گیا ہے۔ غرض مدینہ کے لوگوں نے شرط کی اور معاہدہ کیا کہ ہم مدینہ میں رہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس قسم کی شرط کوئی اَور بھی کر سکتا ہے۔ اب بھی کر سکتا ہے اور آئندہ بھی کر سکے گا۔ مگر ایسے انسان کے منہ سے ہی یہ شرط نکل سکتی ہے جو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرے کہ مَیں ابھی مبتدی ہوں یا ابھی مؤلفۃ القلوب میں شامل ہوں کامل مومن نہیں ہوں۔ لیکن ایک ہی وقت میں اگر کوئی کہے کہ مَیں مومن کامل بھی ہوں اور اپنے ایمان کے ساتھ یہ شرط بھی لگاتا ہوں تو ایسے شخص کے پاگل یا منافق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

مَیں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ جماعت ایک بڑا قدم ترقی کے لیے اٹھا سکتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ سمجھتے ہوئے کہ جماعت ابھی اُس مقام پر نہیں پہنچی کہ بلا شرط قربانی کے لیے تیار ہو جائے یہ تحریک کی تھی کہ اب بڑی مصیبت کے نازل ہونے کے بعد جبکہ ہماری جماعت کی جائیدادیں مکان کی صورت میں بھی اور نقد روپیہ کی صورت میں ضائع ہو چکی ہیں اور باہر اور قادیان میں ہمارے اخراجات بڑھ گئے ہیں جماعت کے افراد 25 فیصدی سے لے کر 50 فیصدی تک چندہ دیں۔ مگر اِس مجلس میں شریک ہونے والوں میں سے چند افراد کے سوا باقی جماعت نے اِس میں کوئی حصہ نہ لیا۔ لیکن اس تحریک کو مَیں نے جاری رکھا اور یہ تحریک مختلف ذرائع سے کی جاتی رہی۔ کیونکہ میرا یہ تجربہ ہے کہ جماعت کے اکثر

افراد کے دلوں میں ایمان موجود ہے۔ گو وہ کمزور ہی سہی ایسا ہی سہی۔ جیسے بجلی کے بڑے بڑے قمقموں کے مقابلہ میں مٹی کے تیل کا ایک چھوٹا سا دیا ہوتا ہے، لیکن ہے ضرور۔ مَیں نے سمجھا کہ متواتر تحریک کے نتیجہ میں جماعت کا ایک حصہ ضرور اِس پر عمل کرے گا۔ گو مَیں یہ سمجھتا تھا کہ جماعت ایمان کے اس مقام پر نہیں پہنچی کہ اُس کا سو فیصدی یا ایک معتدبہ حصہ اِس میں حصہ لے۔ چنانچہ متواتر تحریک کے نتیجہ میں بہت سے لوگ جنہوں نے پہلے اِس تحریک میں حصہ نہیں لیا تھا اب انہوں نے بھی حصہ لینا شروع کر دیا ہے اور شاید اب سینکڑوں تک ایسے لوگوں کی تعداد پہنچ گئی ہو جنہوں نے 25 سے 50 فیصدی تک چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن جماعت کی تعداد لاکھوں کی ہے ہزاروں کی بھی نہیں۔ اِس لیے سینکڑوں کا لفظ ہمارے لیے کسی قسم کی خوشی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ بہرحال یہ تحریک بڑھ رہی ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر اِسے جاری رکھا جائے تو یہ سینکڑوں سے نکل کر ہزاروں تک پہنچ جائے گی۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا ہے میری رائے ہے کہ بعض افراد کا زیادہ سے زیادہ قربانی کرنا اِتنا خوش کُن نہیں ہوسکتا جتنا زیادہ سے زیادہ افراد کا تھوڑی قربانی کرنا۔ گو تجربہ نے بتا دیا ہے کہ جماعت متواتر تحریکات کے نتیجہ میں اپنے اخلاص میں ترقی کرتی ہے اور کرتی چلی جائے گی۔ پہلے اگر روکیں پیدا بھی ہوں تو آہستہ آہستہ وہ روکیں دُور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اِس تحریک کے شروع میں بھی روکیں پیدا ہوئیں لیکن وہ روکیں آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہیں اور لوگوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن اس رفتار کو دیکھ کر مَیں ڈرتا ہوں کہ اِس کے نتیجہ میں زیادہ تر جماعت ثواب سے محروم رہ جائے گی۔ اِس لیے غور کرنے پر مَیں نے اِس سکیم میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں جن کا مَیں آج اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ تبدیلی یہ ہے کہ بجائے 25 فیصدی کے ساڑھے سولہ فیصدی اور بجائے 50 فیصدی کے 33 فیصدی رکھی جائے۔ اِس میں وہ تمام چندے شامل ہوں گے جو اس وقت تک سلسلہ کی طرف سے عائد ہیں۔ مثلاً تحریک جدید کا چندہ، جلسہ سالانہ کا چندہ، نئے مرکز کا چندہ، انجمن کا چندہ۔ لیکن شرط یہ ہوگی کہ اِس تحریک سے ستمبر والی تحریک کے پہلے جو چندہ کوئی شخص دیتا تھا اس سے یہ چندہ کم نہ ہو۔ مثلاً اگر 1946ء یا 1947ء میں کسی نے کوئی وعدہ کیا تھا اور اُس وعدہ کے مطابق سوائے حفاظتِ مرکز کے چندہ کے، تحریک جدید اور دوسرے چندوں کو مِلا کر اُس کا چندہ ساڑھے سولہ فیصدی سے زیادہ ہو جائے تو اُسے زیادہ دینا پڑے گا۔ اور اگر کم ہو تو اُتنا چندہ ہی کافی سمجھا جائے گا۔ حفاظتِ مرکز کے

چندہ کے لیے جو تحریک کی گئی تھی چونکہ وہ رقم بڑی بھاری ہے اِس لیے شرط یہی ہوگی کہ اگر کوئی شخص 25 فیصدی چندہ دیتا ہے تو چندہ حفاظتِ مرکز اس میں شامل ہوگا لیکن 25 فیصدی تک اگر چندہ نہیں دیتا تو حفاظتِ مرکز کا چندہ اس میں شامل نہیں ہوگا۔ ساڑھے سولہ فیصدی میں سے تمام چندوں کو نکال کر جو روپیہ باقی بچے گا اُسے علیحدہ ریزرو رکھا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کا چندہ 15 فیصدی بنتا ہے تو اُس میں سے ڈیڑھ فیصدی ریزرو فنڈ میں شامل کر دیا جائے گا۔ اور اگر بارہ فیصدی بنتا ہے تو ساڑھے چار فیصدی ریزرو فنڈ میں شامل کرلیا جائے گا۔ اور اگر دس فیصدی بنتا ہو تو ساڑھے چھ فیصدی ریزرو فنڈ میں شامل کر دیا جائے گا۔ حفاظت مرکز کی اِس سال کی تحریک کے ختم ہونے کے بعد آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اُس وقت تک اسے جاری رکھا جائے گا جب تک ہمیں قادیان واپس نہیں مل جاتا بلکہ قادیان کے مل جانے کے بعد بھی اِس تحریک کو چند سالوں تک جاری رکھنا پڑے گا۔ بہرحال اِس سال جو تحریک کی گئی ہے اُس کا ادنیٰ درجہ ساڑھے سولہ فیصدی ہوگا اور اوپر کا درجہ 1/3 تک کا۔ بشرطیکہ کسی کے پچھلے موعودہ چندوں کی مقدار ساڑھے سولہ فیصدی سے زیادہ نہ ہو جاتی ہو۔ ایسی صورت میں وہ اپنے موعودہ چندہ کے مطابق چندہ دے گا۔

اِس کے علاوہ اِس وقت میرے نزدیک کم سے کم تحریک یہ ہونی چاہیے کہ جماعت کا ہر فرد وصیت کر دے۔ دنیا میں ہر چیز کے مظاہرے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ ہمارے ہاتھ سے قادیان نکل جانے کی وجہ سے دشمن کی نظریں اِس وقت تک اِس طور پر اِس امر کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ بہشتی مقبرہ اِن کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے جس کے لیے یہ لوگ وصیت کیا کرتے تھے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیسے وصیت کرتے ہیں۔ اِس اعتراض کو ردّ کرنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہر احمدی وصیت کر دے اور دنیا کو بتا دے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے وعدوں پر جو ایمان اور یقین حاصل ہے وہ قادیان کے ہمارے ہاتھ سے نکلنے یا نہ نکلنے سے وابستہ نہیں بلکہ ہم ہر حالت میں اپنے ایمان پر قائم رہنے والے ہیں۔ یہ کم سے کم مظاہرۂ ایمان ہے جس کی اِس وقت تم سے امید کی جاتی ہے۔ پس جو شخص ساڑھے سولہ فیصدی بھی نہیں دے سکتا مَیں سمجھتا ہوں اُس کے لیے کم از کم اِس قدر ایمان کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے کہ وہ وصیت کر دے اور کوشش کریں کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جس نے وصیت نہ کی ہو۔ اگر اِس تحریک کو پورے زور سے جاری رکھا جائے تو دشمن کا منہ خود بخود

بند ہو جائے گا اور وہ کہے گا کہ اِن لوگوں میں ایمان کی سچی علامت پائی جاتی ہے۔ پس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ وصیت کر دے اور اِس طرح دنیا کو بتا دے کہ قادیان کے نکلنے سے ہمارا ایمان کمزور نہیں ہوا بلکہ ہم اپنے ایمان میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ مقبرہ بہشتی کے وعدے دنیا کے ہر گوشہ میں ہم کو ملتے رہیں گے۔

ایک بات مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ اِس کا تعلق صدر انجمن احمدیہ سے ہے اور دفاتر میں عام طور پر رقابت پائی جاتی ہے۔ اِس لیے اِس بارہ میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ میں جماعتوں اور افراد کی طرف سے اِس تحریک کے سلسلہ میں جو روپیہ آ رہا ہے اس میں تحریک جدید کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے مگر صدر انجمن احمدیہ خاموشی سے اس روپیہ کو اپنے خزانہ میں ڈال لیتی ہے۔ تحریک جدید والوں کو اُن کا چندہ ادا نہیں کرتی۔ پس چونکہ اِس قسم کے خدشات موجود ہیں اِس لیے مَیں یہ قانون مقرر کرتا ہوں کہ ہر شخص کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ کو جو چندہ ملتا ہے اُس سے زیادہ کی وہ مالک نہیں ہوگی جتنا کوئی پہلے چندہ دیا کرتا تھا اُسی نسبت سے صدر انجمن احمدیہ کو چندہ ملے گا۔ باقی روپیہ میں اگر تحریک جدید کا چندہ شامل ہوگا تو وہ حصہ تحریک جدید کو ملے گا۔ حفاظتِ مرکز کا چندہ شامل ہوگا تو اُتنا حصہ حفاظتِ مرکز کو ملے گا۔ اور جو کچھ باقی بچے گا اُسے مَیں اپنے اختیار سے سلسلہ کے مختلف محکموں میں تقسیم کروں گا۔ وہ رقم صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت نہیں ہوگی۔ صدر انجمن احمدیہ کا حصہ صرف اُتنا ہی ہوگا جتنا اُسے پہلے ملا کرتا تھا لیکن بہرحال صدر انجمن احمدیہ کے پاس عذر ہوتا ہے کہ چندہ آیا، بھیجنے والے نے کوئی خاص وضاحت نہیں کی تھی اِس لیے ہم نے اُسے اپنے خزانہ میں داخل کر لیا۔ اگر چندہ بھیجنے والا واضح کر دیتا تو ایسا نہ ہوتا۔

پس مَیں جماعت پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص فتنہ سے بچنا چاہتا ہے اور آئندہ خط و کتابت کی اِس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کا خواہش مند ہے تو تحریک جدید والوں کو بھی لکھ دینا چاہیے کہ اتنا چندہ مَیں دیا کرتا ہوں۔ اِس میں اتنا حصہ تمہارا ہے باقی ریزرو فنڈ میں شامل کر دیا جائے اور اسے خلیفۃ المسیح کے حکم کے ماتحت خرچ کیا جائے۔ جو لوگ ایسا نہیں کریں گے اُنہیں زائد چندوں میں الگ حصہ لینا پڑے گا۔ مثلاً نئے مرکز کی تحریک ہو تو لازمی طور پر اُس کا الگ وعدہ لیا جائے گا۔ لیکن میرا منشا یہ ہے کہ سر دست عام چندوں اور تحریک جدید کے چندوں کو کاٹ کر جو کچھ بچے اُسے

ریزرو رکھا جائے۔ مگر یہ ایسی صورت میں ہوسکتا ہے جب چندہ دینے والا صدر انجمن احمدیہ کو اور مقامی سیکرٹری کو اطلاع دے دے کہ پہلے میرا چندہ اِتنا تھا اب مَیں اِتنا دوں گا۔ اِس میں سے اِتنی ریزرو فنڈ کی رقم ہوگی جو محفوظ رہنی چاہیے اور اِتنی تحریک جدید کی ہوگی ورنہ وہ ساری رقم صدر انجمن احمدیہ کے عام چندوں میں داخل کر لی جائے گی اور اُسے نئے سِرے سے چندہ دینا ہوگا یا صدر انجمن احمدیہ سے جھگڑا شروع کرنا پڑے گا۔ اب تک یہی ہو رہا ہے کہ جو رقم آتی ہے صدر انجمن احمدیہ اُسے اپنے کھاتہ میں جمع کر لیتی ہے۔ جب تحریک جدید نے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا تو اِن کو مشکل پیش آگئی۔ اور اِس سے زیادہ مشکل اُن لوگوں کو ہوگی جنہوں نے چندہ دیا ہے۔ دفتر والے مانگیں گے وہ کہیں گے کہ ہم نے چندہ دے دیا ہے مگر تحریک والے کہیں گے کہ تمہاری طرف سے کوئی چندہ نہیں آیا۔ پس ہر چندہ دینے والا ان پر یہ واضح کر دے کہ اِتنا چندہ صدر انجمن احمدیہ کا ہے، اِتنا وصیت میں وضع کر لیا جائے، اِتنا تحریک میں دے دیا جائے اور باقی روپیہ ریزرو فنڈ میں داخل ہو۔ یا لکھ دیں کہ یہ روپیہ ستمبر کی تحریک میں جمع کر لیا جائے۔ کیونکہ یہ تحریک ستمبر 1947ء میں جاری ہوئی تھی۔ اِس لیے ریزرو فنڈ کی جگہ اُس کا نام تحریک ستمبر مناسب رہے گا۔ بہرحال عام قاعدہ یہی ہوگا کہ نئے مرکز کا چندہ اُس سے وضع کر لیا جائے گا۔ مگر یہ تبھی ہوسکتا ہے جب سب دوست یہ واضح کر دیں کہ پہلے مَیں اِتنا چندہ دیا کرتا تھا اب اِتنا دوں گا اور اِس میں سے پہلے چندہ کی رقم کاٹ کر باقی روپیہ تحریک ستمبر میں داخل کیا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری کمزوری کو دیکھتے ہوئے تخفیف کر دی ہے۔5 مَیں نے بھی یہ دیکھ کر کہ تم ابھی اُس مقام تک نہیں پہنچے جو کامل ایمان کا مقام ہوتا ہے اپنے مطالبہ میں تخفیف کر دی ہے۔ قرآن مجید کا مفہوم تو اَور ہے مگر کمزور ایمان والے اِس کے یہی معنے لیتے ہیں اور میں نے بھی اِنہیں معنوں میں تخفیف کی ہے۔ پس اِس تحریک کی آئندہ یہ صورت ہوگی کہ ساڑھے سولہ فیصدی سے 33 فیصدی تک چندہ دینا ہوگا۔ اور جو لوگ اِس مقام پر نہ پہنچ سکیں اُن کے لیے کم سے کم ایمان کا مظاہرہ یہ ہوگا کہ وہ وصیت کر دیں۔ کوئی مرد، کوئی عورت اور کوئی بالغ بچہ ایسا نہ رہے جس نے وصیت نہ کی ہو تا دنیا کو معلوم ہو جائے کہ تم میں حقیقی ایمان پایا جاتا ہے اور قادیان کے کھوئے جانے کی وجہ سے مقبرہ بہشتی یا اُس کے نظام کے متعلق تمہیں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہیں ہوا۔

مَیں پھر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ چندہ دینے والوں کو یہ بتا دینا چاہیے کہ پہلے وہ اِتنا چندہ

دیتے تھے اور اب اِتنا چندہ دیں گے۔ بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ میری اِس تحریک کے جواب میں چندہ وصیت کو بڑھا دیتے ہیں۔ میری تحریک کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ مَیں نے چندہ بڑھانے کو کہا ہے وصیت کو بڑھانے کو نہیں کہا۔ میری بات کو پورا کرنے والے آپ تبھی بنیں گے جب آپ اپنے موعودہ چندہ وصیت اور دوسرے موعودہ چندوں سے زائد رقم کو تحریک ستمبر میں جمع کرنے کی ہدایت دیں گے۔ اگر وصیت کو بڑھائیں گے تو وصیت کی زیادتی کا ثواب تو ضرور آپ کو ملے گا مگر میری بات کا ثواب آپ کو نہیں ملے گا۔ مگر میری بات ماننے کی صورت میں آپ کو دو ثواب ملیں گے۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ چاہے تو ہر شخص کو تحریک کا ممبر بننے کی توفیق بھی مل جائے گی۔ آخر تبلیغ کا وہ وسیع سلسلہ جو تحریک جدید کے ذریعہ دنیا میں نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے اور جس کے نہایت اچھے آثار اور خوش کُن نشانات نظر آرہے ہیں اُس کے متعلق کسی مومن کا دل یہ برداشت ہی کس طرح کرسکتا ہے کہ اُس میں اُس کا حصہ نہ ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں دنیا میں چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں بھی حصہ لینے کے لیے انسان تیار ہو جاتا ہے بلکہ اچھی باتیں تو الگ رہیں بُری سے بُری بات میں بھی حصہ لینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک شخص نے کچھ بے جا الفاظ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے متعلق کہے۔ لوگوں نے اُسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ شخص ضدی تھا۔ لوگ اُسے مارتے جاتے مگر وہ یہی کہتا جاتا کہ مَیں تو یہی کہوں گا۔ لوگ اُسے پھر مارنا شروع کر دیتے اور یہ جھگڑا بڑھ گیا۔ ہم اُس وقت چھوٹی عمر کے تھے۔ ہمارے لیے یہ ایک تماشہ بن گیا۔ وہ مار کھاتا جاتا اور کہتا جاتا کہ مَیں تو یہی کہوں گا۔ لوگ اُسے مارتے۔ یہاں تک کہ وہ اُسے مار مار کر تھک گئے۔ اُن دنوں ایک غیر احمدی پہلوان حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس علاج کے لیے آیا ہوا تھا۔ (آپ اُس وقت خلیفۃ المسیح نہیں تھے) اُس نے جب یہ شور سُنا تو خیال کیا مَیں کیوں اِس ثواب سے محروم رہوں۔ مجھے بھی اِس میں حصہ لینا چاہیے۔ چنانچہ وہ گیا اور اُسے بھمبیری کی طرح اُٹھا کر زمین پر دے مارا لیکن وہ گر کر یہی کہتا کہ مَیں تو یہی کہوں گا۔ ہمارے لیے یہ ایک تماشہ بن گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معلوم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا ہماری یہی تعلیم ہے؟ دیکھو! لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں لیکن ہمارا اُس سے کیا بگڑ جاتا ہے۔ اگر اُس نے کچھ بے جا الفاظ مولوی عبدالکریم صاحب کے متعلق بھی استعمال کر دیئے تو کیا ہو گیا اَور تو اَور ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے جب یہ دیکھا

تو آپ وہاں گئے اور لوگوں سے کہا یہ کیا لغو بات ہے کہ تم اِس شخص کو مارنے لگ گئے ہو۔ مگر ابھی آپ یہ نصیحت کر ہی رہے تھے کہ اُس شخص نے پھر وہی الفاظ دہرائے جو اُس نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے متعلق کہے تھے۔ اِس پر میر صاحب نے خود بھی اُسے دو چار تھپڑ لگا دیئے۔

تو بسا اوقات انسان اِس قسم کے بھی کام کر لیتا ہے جو لغو ہوتے ہیں۔ دراصل رَو چلنے کی دیر ہوتی ہے۔ جب رَو چل جائے تو لوگ خود بخود اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اگر ہماری جماعت میں بھی قربانی کی رَو چل جائے گی تو یہ لازمی بات ہے کہ ہر رَو اُنہیں پہلے سے اَور زیادہ آگے لے جائے گی اور یہ سلسلہ اِسی طرح بڑھتا چلا جائے گا۔ ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری اور تیسری کے بعد چوتھی رَو پیدا ہوگی اور قربانی میں ترقی کرتے کرتے تمہاری یہ حالت ہو جائے گی کہ وہی چیز جسے تم آج اپنی موت سمجھتے ہو اگر اس کے چھوڑنے کا تم سے تمہاری بیوی مطالبہ کرے گی تو تم اُس بیوی کو طلاق دینے کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ اگر تمہارا بچہ اِس قربانی کے خلاف مشورہ دے گا تو تم اُس بچہ کو عاق کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ گے اور وہی چیز جو آج تم کو موت سے پیچھے ہٹا دیتی ہے تمہیں سب سے زیادہ پیاری، سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی نظر آئے گی"۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

"نماز جمعہ کے بعد مَیں کچھ جنازے پڑھاؤں گا۔ پیر اکبر علی صاحب جو ہماری مجلس شوریٰ کی مالی سب کمیٹی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے اور بڑے نیک اور مخلص انسان تھے فالج کے حملہ سے راولپنڈی میں فوت ہو گئے ہیں۔ آپ فیروز پور کے رہنے والے تھے اور وہاں کی جماعت کے امیر بھی رہ چکے ہیں۔

اِسی طرح قادیان میں حافظ نور الٰہی صاحب وفات پا گئے ہیں۔ یہ بہاول پور کے رہنے والے تھے اور قادیان کی حفاظت کے لیے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد وہیں فوت ہو گئے۔ مجھے اُن کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی وفات کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک اَور واقعہ کی وجہ سے رقّت آ گئی۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک تو وہ لوگ ہیں جو قربانی سے گریز کرتے اور بھاگتے ہیں اور ایک وہ لوگ ہیں جو قربانی میں ہی لذت محسوس کرتے ہیں۔ حافظ نور الٰہی صاحب کا ایک ہی بچہ ہے اور وہ بھی ابھی چھوٹا اور نابالغ ہے۔ کوئی جائیداد بھی ایسی نہیں جو گزارہ کے لیے کافی ہو۔ صرف تنخواہ پر انحصار تھا جو اِن

کی وفات کی وجہ سے جاتی رہی۔لڑکیاں بھی بے شادی کے ہیں۔ بڑی لڑکی کی عمر سولہ سترہ سال کی ہے۔ وہ مجھ سے ملنے کے لیے آئی۔ حافظ صاحب کی بہن بھی ساتھ تھیں۔ اُس نظارے کا مجھ پر اب تک اثر ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ اُن کے حالات ایسے نہیں جو گزارہ کے لحاظ سے اچھے سمجھے جا سکتے ہوں۔ اس کا میری طبیعت پر اثر ہوا اور دل میں کچھ سوز پیدا ہوا۔مَیں نے سمجھا کہ مجھے اُس لڑکی کو اور اُس کے دوسرے رشتہ داروں کو تسلی دینی چاہیے۔لیکن اُس لڑکی نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی کہا۔ دیکھیں جی! ہمارے ابا جی کا کیسا اچھا انجام ہوا کہ وہ خدا کی راہ میں فوت ہوگئے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے کہ جو انسان کو ایسی موت نصیب ہو۔ یہ ہمارے لیے کتنی خوشی کی بات ہے کہ خدا نے اُن کا کیسا اچھا انجام کیا۔ میری طبیعت پر اُس بچی کی بات کا بڑا ہی گہرا اثر پڑا۔مَیں نے دیکھا کہ اُس کی آواز میں کسی قسم کا ارتعاش نہیں تھا،کسی قسم کا اضطراب نہیں تھا۔جتنی دیر وہ میرے پاس رہی اطمینان سے بیٹھی رہی۔ غم کا اُس پر کوئی اثر نہیں تھا۔اُس کی پھوپھی بھی ساتھ تھی۔ پھوپھی تو شاید غیر احمدی تھی۔اس پر اپنے بھائی کی وفات کی وجہ سے آثارِ غم تھے لیکن لڑکی برابر اِسی رنگ میں گفتگو کرتی رہی اور گھر جا کر اُس نے جو چِٹھی لکھی اُس میں بھی یہی لکھا کہ ہماری یہ کتنی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ کو قادیان میں جان دینے کی توفیق دی ہے۔ یہ نمونہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو قادیان جانے سے گھبراتے ہیں۔

دوست محمد صاحب علاقہ جاجی اطلاع دیتے ہیں کہ اسلام جان صاحب کی بیوی فوت ہوگئی ہے۔شیخ غلام حسین صاحب ریٹائرڈ قانونگو اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کی دو بچیاں فوت ہوگئی ہیں۔قریشی عطاء اللہ صاحب کی بیوی فوت ہوگئی ہے۔مولوی سید اختر الدین صاحب سونگڑہ والے فوت ہو گئے ہیں۔آپ صحابی اور موصی تھے۔غلام محمد صاحب بھینی بانگر والے اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کی دو بچیاں فوت ہوگئی ہیں۔ جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ تھا۔ضیاء الحق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کے والد حاجی نور محمد صاحب فیض اللہ چک کے رہنے والے تھے۔گزشتہ فسادات میں شہید ہوگئے۔آپ صحابی اور موصی تھے۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب نوشہرہ والے کی بیوی فوت ہوگئی ہیں۔ ماسٹر صاحب مخلص احمدی ہیں۔ڈاکٹر عبدالاحد صاحب فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی ہمشیرہ زینب بیگم صاحبہ فوت ہوگئی ہیں۔ فضل حسین صاحب کی بیوی فوت ہوگئی ہے۔ جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔قاضی عبدالرحیم صاحب ولد قاضی فتح الدین صاحب نواں کوٹ لاہور میں فوت ہو گئے ہیں۔آپ مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم

لدھیانوی کے نواسہ تھے اور موصی تھے۔ حاجی محمد عبداللہ خاں صاحب یکدم بیمار ہو کر فوت ہو گئے ہیں۔ آپ بڑی عمر کے تھے۔ قادیان جانے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ پانچ چھ گھنٹے بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ عبدالخالق صاحب مہتہ اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کے بڑے بھتیجے عبدالمالک صاحب ابن شیخ عبدالقادر صاحب ابن بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی موٹر سے ٹکر لگنے کی وجہ سے فوت ہو گئے ہیں۔ مَیں نماز جمعہ کے بعد اِن سب کا جنازہ پڑھاؤں گا"۔ (الفضل 5 جون 1948ء)

1: الفضل 27 /اپریل 1944ء صفحہ 6، 7

2: بخاری کتاب المغازی باب اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ ......الخ

3: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 267 غزوة بدر الکبریٰ۔ مطبع مصر 1936ء

4: بخاری کتاب المغازی باب قصة غزوة بدر

5: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (الانفال:67)